تعارف وتبصرہ

محمد الیاس الاعظمی، شاہ مُعین الدّین احمد ندوی: حیات و خدمات،

ادبی دائرہ-اعظم گڑھ (اتر پردیش، ہندوستان)، ۲۰۰۷ء، صفحات ۱۹۰، قیمت ایک سو (ہندوستانی) روپے

سفیر اختر*

شاہ معین الدین احمد ندوی (۱۹۰۳-۱۹۷۴ء) برِّ عظیم پاکستان و ہند کے معروف علمی ادارے، دارالمصنفین -اعظم گڑھ کے ناظم اور اس کے ترجمان ماہنامہ معارف کے مدیر کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ۱۹۲۴ء میں، جب انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے سند فضیلت حاصل کی تو سیّد سلیمان ندوی نے انہیں اپنی علمی ٹیم کے ''رفیق'' کے طور پر دارالمصنفین بلا لیا۔ سیّد صاحب دارالمصنفین کی داخلی صورتِ حال کے تحت پہلے جون ۱۹۴۹ء میں ریاستِ بھوپال کے قاضی القضاۃ ہو کر وہاں چلے گئے، اور پھر ۱۹۵۰ء میں پاکستان آ گئے۔ قیامِ بھوپال کے دوران میں سیّد صاحب نے دارالمصنفین سے اپنا تعلق قائم رکھا تھا اور اس کی نظامت اور معارف کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے تھے، تاہم ادارے کی جملہ علمی ذمہ داریوں کا بوجھ شاہ معین الدین احمد ندوی کے کندھوں پر تھا، اور جب سیّد صاحب پاکستان چلے آئے تو دارالمصنفین سے ان کا تعلق محض جذباتی و روحانی ہو کر رہ گیا۔ ۱۹۵۰ء کے بعد کا زمانہ دارالمصنفین کے لیے بوجوہ بڑا پر آشوب تھا۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی نے تقسیمِ ہند کے پس منظر میں اس دور کی صورت حال پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

> تصنیفی و تحقیقی اداروں کے لیے جن کی بنیاد اسلام کے خزانۂ عامرہ کی حفاظت و اشاعت پر تھی، اور جن کا خمیر سیرت نبویؐ اور تاریخ اسلام سے اٹھایا گیا تھا، زندگی کا میدان تنگ اور مستقبل تاریک سے تاریک تر نظر آ رہا تھا، سیاسی اور اقتصادی انقلاب نے علمی ذوق، اسلامی کتابوں کی اشاعت اور تحقیقی کام کو بے وقت کی شہنائی قرار دے دیا تھا، مسلمانوں کا جذبۂ اعانت و ایثار مفلوج سا ہو گیا تھا، علمی و دینی اور خصوصیت کے ساتھ بلند پایہ تحقیقی کتابوں کی خریداری اور ایسے اداروں کی سرپرستی کا جذبہ سرد، بلکہ مردہ ہوتا جا رہا تھا۔ دارالمصنفین کی کتابوں کے دو مارکیٹ اور اس کے قدر دانوں کے دو اہم و فعال حلقے تھے، پنجاب اور

☆ مدیر، نقطۂ نظر، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، نصر چیمبرز، بلاک ۱۹، مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔

حیدرآباد۔ ایک [نوآزاد ہندوستان] سے کٹ چکا تھا، دوسرا انقلاب وحوادث کا شکار تھا (پرانے چراغ، حصہ اول، ص ۴۵۶-۴۵۷)۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے گرداب میں پھنسی ہوئی کشتی کی مانند ادارے کو اپنی ان تھک کوششوں سے ساحل مراد پر پہنچایا۔ اس کی مالی حالت کو مستحکم کیا، جاری علمی منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، اور بزم معارف کی رونق کو ماند نہ پڑنے دیا۔ ۱۹۶۵ء میں دارالمصنفین کی گولڈن جوبلی شایانِ شان طریقے سے منائی۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے بطور مصنف ومحقق اسلام کی تاریخ وتہذیب، سوانح نگاری اور اردو شعروادب کی تنقید کے میدانوں میں قابلِ قدر کام کیا ہے۔ ان کی مرتبہ تاریخِ اسلام برِعظیم کی اکثر جامعات کے شعبہ ہائے تاریخ و اسلامیات کے نصابات کا جز ہے، اور غالباً اس موضوع پر بازار میں دستیاب دوسری کتابوں کی نسبت زیادہ مقبول بھی ہے۔ ان کی دوسری کتابوں میں سلسلۂ سیر الصحابہ کی جلد سوم، ششم اور ہفتم کے ساتھ تابعین اور حیاتِ سلیمان نمایاں ہیں۔ حیاتِ سلیمان سے پہلے شاہ صاحب کے استاذِ گرامی سیّد سلیمان ندوی کی سوانح وخدمات پر دو چار کتابیں شائع ہو چکی تھیں، مگر حیاتِ سلیمان کی جگہ خالی تھی جو اس کی تصنیف واشاعت کے ساتھ ہی پُر ہوئی۔ اسلامی تاریخ وتہذیب سے ان کی دلچسپی ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے شامی عالم علامہ محمد کرد علی (م ۱۹۵۳ء) کی الاسلام و الحضارة العربیه کو اسلام اور عربی تمدن کے نام سے اُردو کا جامہ پہنایا۔ اُردو اور فارسی شعروادب سے ان کی دلچسپی کا مظہر خریطۂ جواہر (مرتبہ مظہر جان جاناں) کا ترجمہ وتشریح اور وہ متعدد مقالات ہیں جن میں سے چند ایک ادبی نقوش کے نام سے شائع ہوئے تھے۔

شاہ صاحب کی رحلت پر کچھ تعزیتی مضامین شائع ہوئے تھے، اور ایک دو رسالوں نے ان کی یاد میں خصوصی اشاعتیں بھی مرتب کی تھیں، تاہم ان کے مقام ومرتبہ کے عالم ومصنف کی مستقل بالذّات سوانح عمری کا مرتب کیا جانا ضروری تھا۔ محمد الیاس الاعظمی: دارالمصنفین اور دبستانِ شبلی کے رجالِ کار سے دلی تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے دارالمصنفین کی تاریخی خدمات (پٹنہ: خدابخش پبلک لائبریری، ۲۰۰۲ء) میں شاہ صاحب کی تاریخی تالیفات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا تھا، اب انہوں نے شاہ صاحب کی حیات وخدمات کا مفصل تر جائزہ زیرِ نظر کتاب کی صورت میں پیش کیا ہے۔ کتاب کے بابِ اوّل میں ان کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب دوم ان کی تصنیفات وتراجم کے تعارف پر مشتمل ہے۔ باب سوم، چہارم اور پنجم میں ان کی تذکرہ نگاری، ادبی وتنقیدی بصیرت اور

تاریخ نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ باب ششم میں ان کے اسلوب نگارش پر، اور باب ہفتم میں ان کے افکار وخیالات پر گفتگو کی گئی ہے۔ آخر میں بطور باب ہشتم، چند معروف اہل علم ودانش — شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، سیّد ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد عثمان قاسمی، جناب عبداللطیف اعظمی اور قاضی اطہر مبارک پوری — کے نام ان کے مکتوبات درج کیے گئے ہیں۔ ان مکتوبات سے بھی ان کے افکار وخیالات، دلچسپیوں اور طرز فکر پر روشنی پڑتی ہے۔

جناب محمد الیاس الاعظمی نے شیخ احمد عبدالحق رودولوی (م ۱۴۳۴ء) کے مجموعۂ ملفوظات انوار العیون فی اسرار المکنون (مرتبہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی) کے اُردو ترجمے (مطبوعہ اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۲۸ء) کو سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کی شہادت پر شاہ معین الدین احمد ندوی کی جانب منسوب کیا ہے۔ سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن کی شہادت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، تاہم یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے انوار العیون کی مذکورہ اشاعت پر اپنا نام کیوں شائع نہ کیا۔ انوار العیون کا ایک ترجمہ الدر المکنون کے نام سے رمضان ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء میں مطبع مجتبائی - دہلی سے شائع ہوا تھا۔ یہ ترجمہ محمد نظام الدین عشق کیرانوی کی کاوش کا نتیجہ تھا۔ مطبع معارف کی اشاعتِ انوار العیون ہمارے پیش نظر نہیں کہ دونوں تراجم کا موازنہ کر کے ہم کوئی نتیجہ اخذ کر سکتے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مطبع معارف کی اشاعت اولین ترجمے پر ہی مشتمل ہو، یا اس میں معمولی حک واضافہ کر دیا گیا ہو، اور مترجم کا نام دینا کسی وجہ سے مناسب خیال نہ کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم

کتاب میں شامل تقدیمات میں جناب محمد الیاس الاعظمی کی کاوش کو بجا طور پر سراہا گیا ہے۔ انہوں نے واقعی اس مختصر کتاب میں شاہ معین الدین احمد ندوی کی حیات وخدمات کی اچھی اور نہایت عمدہ تصویر پیش کی ہے۔ ناشر نے کتاب مناسب معیار طباعت پر شائع کی ہے۔